ہارون الرشید ناتمام (۲)

یہ کون بول رہا ہے خدا کے لہجے میں

گاہے آدمی جھجک کا شکار ہو جاتا ہے۔ اندیشہ ہونے لگتا ہے کہ اسے جانبدار یا متعصب نہ سمجھ لیا جائے۔ عصر حاضر کے خطیب اعظم کے بارے مین کئی بار لکھ چکا ہوں۔ ارادہ کرتا ہوں کہ عالی جناب کا تذکرہ نہ کروں لیکن کیا کیجئے۔ وہ نظر کے سامنے سے ٹلتے ہی نہیں۔ اہتمام کرکے صفحہ اوّل پر تصاویر چھپواتے اور ایسے بیانات جاری کرتے ہیں کہ قلم تڑپ اٹھتا ہے۔

فرمایا "میں بیس حلقوں کے انتخابی نتائج بدل دوں گا"........ اس جملے پر غور کیجئے کیا یہ ایک فانی انسان کا لہجہ ہے؟

سید عطاء اللہ شاہ بخاری بزم آرا تھے۔ اچانک سوال کیا عصر حاضر کا سب سے بڑا خطیب کون ہے؟ لوگوں نے کہا: شاہ جی آپ کے سوا دوسرا کون ہو سکتا ہے۔ فرمایا میں نہیں ہوں کوئی دوسرا نام لو۔ ابوالکلام اور نواب بہادر یار جنگ کے نام لئے گئے۔ اس پر تامل کیا اور نسبتاً ایک گمنام شخص کا نام لیا، کہا اس شخص نے میری موجودگی میں خطاب کیا تو میں پریشان ہو گیا کہ اس کے بعد کہنے کے لئے کیا باقی بچا۔

حسین احمد مدنی خطاب کر رہے تھے کہ شاہ جی سامعین کی صف میں آکر بیٹھ گئے۔ خلق خدا نے دیکھا تو شور مچا دیا۔ مولانا اپنے مزاج کے برعکس بگڑ گئے کہ ہمیں مدعو کر کے توہین کرتے ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ اس روز شاہ جی دیر تک آزردہ رہے۔ ملال تھا کہ ان کی وجہ سے ایک صاحب تقویٰ کا دل میلا ہوا۔

لاہور میں ایک جلسہ عام سے ابوالکلام مخاطب تھے۔ دریا روانی سے بہہ رہا تھا کہ ہجوم کی نگاہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری پہ پڑی۔ بخاری بخاری ہجوم چیخا۔ ابوالکلام ششدر رہ گئے کہ اس وقت جب اس قادر الکلام کی زبان موتی رول رہی ہے، لوگوں کا دھیان کسی دوسری سمت کیسے ہوا۔ وہ حیران کھڑے تھے کہ شاہ جی اٹھے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور کہا: ان جہلاء کی جسارت پر میں شرمندہ ہوں آپ خطاب جاری رکھیئے۔

اور سید صاحب کیسے خطیب تھے؟ سننے والے بیان کرتے ہیں کہ برصغیر کی سرزمین نے ایسی آواز کبھی سنی ہی نہ تھی۔ جھنگ میں خطاب کرنے اٹھے اور حسب معمول ایک رکوع تلاوت فرمایا۔ شاہ جی کو قادر مطلق نے صرف لحن ہی عطا نہ کیا تھا، صرف زبان کے شناور ہی نہ تھے بلکہ کلام مجید کے مفہوم و معانی کی نزاکتوں سے آشنا اور ایقان و ایمان سے درجہ کمال میں بہرہ ور تھے۔ لہذا قرآن پڑھتے تو وجد میں ہوتے۔ یوں لگتا کہ جیسے آیات آسمان سے نازل ہو رہی ہیں۔ سحر میں مبتلا مجمع میں سے ایک دیہاتی اٹھا اور ہاتھ جوڑ کر التجا کی: شاہ جی ایک رکوع اور سنا دیجئے۔ خطیب پر سرمستی طاری تھی، پوچھا برداشت کر سکو گے؟ پھر کیف کے عالم میں پڑھنے لگے حتیٰ کہ جلسہ گاہ سسکیوں سے گونج اٹھی۔ کچھ دیر خطاب کرتے رہے اور جب جادوگر کا سحر

عروج پر پہنچا تو ایک شخص چیخ کر رو دیا سٹیج کے سامنے پہنچا اور کہا: شاہ جی میں ایک ہندو ہوں، مجھے مسلمان کر لیجئے۔ شاہ جی کیسے غنی تھے۔ پہلو میں بیٹھے ایک روحانی پیشوا (پیر سید مبارک شاہ صاحب رحمہ اللہ) کی طرف اشارہ کیا اور کہا "مسلمان کرنے والے یہ بیٹھے ہیں"

یہ ایک تنہا واقعہ نہیں۔ اسی خطابت کے اس جادو سے سینکڑوں کو مسلمان کیا۔ استعاروں میں تاریخ بیان کرتے۔ گزرے ہوئے عہد کے کردار انکی زبان سے زندہ ہو جاتے۔ سرکار دوعالم ﷺ کے ارشادات سے سماں باندھتے۔ قرن اولیٰ کے مسلمانوں کو یاد کرتے، فارسی، عربی اردو اور پنجابی زبان کا بہترین کلام ان کے حافظے میں محفوظ تھا۔ خود شعر کہتے اور شعر کا وہ ایسا ذوق رکھتے تھے کہ ارد گرد وقت کے بہترین شاعروں کا ہجوم رہتا۔ شعر اس طرح پڑھتے کہ کسی نے پڑھا نہ سنا۔ اردو زبان پر ایسی دسترس تھی کہ لکھنؤ اور دہلی سے داد پائی۔ فارسی میں خود نعتیں لکھیں، پنجابی گھر کی زبان تھی۔ سرائیکی لہجے سے کامل آشنا۔ اعلیٰ پائے کے عالم دین، ضلع جگت اور پھبتی میں ایسے رواں کہ سننے والے حیران رہ جاتے۔ یوں لگتا کہ سروں پر پرندے بٹھا دیئے گئے ہیں۔ وقفہ کرتے تو جلسہ گاہ میں سانسوں تک کی آواز سنی جا سکتی تھی۔ وجیہ ایسے کہ ایک انگریز دانشور نے دیکھا تو اس کے ذہن میں بقول اس کے حضرت مسیح کا تصور ابھر آیا۔ ذاتی کردار میں اتنے اجلے کہ کوئی حرف گیری نہ کر سکا۔ ایک بار خود کہا کہ کرۂ ارض کی ساری عورتوں کو بہنیں، بیٹیاں سمجھتا ہوں، خدا کے فضل سے آج تک آنکھ میلی نہیں ہوئی۔ بہادر ایسے کہ جب گاندھی اور نہرو تاویلیں کرتے تھے وہ صاف صاف للکارتے اور علی الاعلان بغاوت کرتے رہے۔ فقر ایسا کہ جس مکان میں آخری عمر بسر کی اس کی کچی دیواروں سے مٹی جھڑتی رہتی اور دروازوں پر ٹاٹ کے پردے لٹکے ہوتے۔ اس مکان کا کرایہ پندرہ روپے ماہوار تھا۔ اتنے بے تکلف، ایسے سادہ اور مخلوق خدا سے ایسی محبت کرنے والے کہ لوگ فدائی بن جاتے۔ کبھی کسی کو حقیر نہ جانا، کبھی کسی کو گالی نہ دی، سلور کے کٹورے اور مٹی کے پیالے میں ستو پی لیتے۔ رقیق القلب ایسے تھے کہ ڈھنگ کا شعر سن لیتے تو آنکھیں بھر آتیں۔

ان سارے اوصاف اور کمالات کے ساتھ شاہ جی ہار گئے۔ قوم نے ان کا مؤقف مسترد کر دیا اور قائداعظم محمد علی جناح کو مان لیا جو صرف انگریزی میں خطاب کر سکتے تھے۔ لوگوں کی زبان ہی نہیں جانتے تھے۔ وہ کردار کے اجلے تھے لیکن اصل یہ ہے کہ ان کی بصیرت غالب تھی اور ان کا تجزیہ درست تھا۔ وہ زیادہ دور تک دیکھ سکتے تھے اور ان کا مؤقف وقت سے ہم آہنگ تھا۔ وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

اللہ تعالیٰ اس کی قبر پر نور کی بارش کرے۔ گزرے اور آنے والے وقتوں کے سب سے بڑے خطیب میں کیسا انکسار تھا کہ وہ خود کو بڑا خطیب تک نہ کہتے تھے۔ انہوں نے اپنے حریف قائداعظم کی عظمت کا اعتراف کیا اور اس کے بنائے ملک کے دفاع کی جنگ لڑنے کا اعلان کیا۔ ان کی زبان سے تو کبھی کسی نے تکبر کا ایک جملہ نہ سنا۔

(بقیہ ص ۴۴ پر دیکھیں)